امام زمانہ (عج) اور ہم

حجۃ الاسلام مولانا سید فدا حسین بخاری

ہمارے زمانے کے امام حضرت حجۃ ابن الحسن المہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، ۱۵ شعبان المکرّم ۲۵۵ھ عراق کے شہر سامرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام رسول پاکؐ کے مبارک پر (م ح م د) اور آپ کی کنیت ابو القاسم، رسول پاکؐ کی کنیت پر ہے۔ آپ کے والد گرامی گیارہویں امام حضرت حسن عسکریؑ اور آپ کی والدہ گرامی ''نرجس خاتون''، حضرت عیسیٰ کے وصی حضرت شمعون کی نسل سے ہیں۔

اپنے امامؑ کے متعلق اتنی سی شناخت تو اکثر مومنین کو ہوتی ہے، لیکن کیا یہ شناخت کافی ہے؟

حدیث معصوم ہے: ''من مات و لم یعرف امام زمانہ، مات میتۃ الجاھلیۃ''۔ جو شخص اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل لیے بغیر مرجائے، وہ ایسے ہی ہے جیسے زمانہ جاہلیت میں مرا ہو، یعنی ایسا شخص اس زمانے کے افراد میں شمار ہوگا، جب رسول اکرمؐ تشریف نہیں لائے تھے اور لوگ بغیر توحید و رسالت و دین کو سمجھے ہوئے دنیا سے جارہے تھے، تو بس ضروری ہے کہ معرفت امام پیدا کی جائے۔

ایک ہوتا ہے علم اور ایک ہوتی ہے معرفت۔ حدیث میں ''عرف'' کے مادہ سے لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں پہچاننا یا دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ علم کو عمل کی شکل دینا معرفت کہلاتا ہے۔

امام کی معرفت حاصل کرنا کتنا اہم ہے، اس پر قرآن مجید کی سورہ آیت ۷۲۔۷۱ ہماری راہنمائی کرتی ہیں: قیامت کا دن وہ ہوگا جب ہم ہر گروہ انسانی کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے اور اس کے بعد جن کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ اپنے صحیفہ کو پڑھیں گے اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں ہوگا، اور جو اس دنیا میں اندھا (صاحب بصیرت نہیں) ہے، وہ قیامت میں بھی اندھا اور بھٹکا ہوا رہے گا۔

آیہ کریمہ بتا رہی ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن اپنے امام کے ہمراہ یا امامؑ کے توسط سے پکارا جائے گا۔ یعنی دنیا میں اس نے جس طرح اپنی زندگی کسی شخصیت کو رول ماڈل قرار دے کر گزاری ہے، یعنی اس کو اپنا امامؑ، رہبر اور قائد قرار دے کر اس کی سیرت پر عمل کرتا ہے، اسی کے ساتھ محشور ہوگا۔ اگر حق کے امامؑ کی معرفت دنیا میں حاصل کرلی اور اس کی سیرت طیبہ کو اپنالیا تو قیامت کے دن نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں مل جائے گا اور اگر دنیا میں امامؑ کی معرفت اور بصیرت سے محروم رہے گا اور بھٹکا ہوا رہے گا۔ پس قرآن و حدیث کی روشنی میں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ امامؑ کی معرفت حاصل کرنا کتنا ضروری ہے۔ ہمارے زمانے کے امامؑ زمانہ غیبت میں ہیں تو ایسے میں ہمارے کیا فرائض ہیں؟ ان میں سے چند کا تذکرہ کرتے ہیں تاکہ ہم سب کے لئے مفید ہو۔

مثبت انتظار

ایک انتظار منفی ہوتا ہے، وہ یہ کہ دنیا ظلم و جور سے بھر جائے، خود بھی گناہ کرو۔ دوسروں کو بھی مت روکو، ہر طرف ظلم ہی ظلم ہو، تاکہ امامؑ کا ظہور ہو، یہ فلسفہ تو بعثت انبیاء کے خلاف ہے اور دین اور دینی احکام کے تعطل کا نام ہے۔

دوسرا انتظار مثبت ہے، ایسا انتظار جیسا کسی انتہائی اہم شخصیت کی آمد کے موقع پر ہوتا ہے، یعنی سارے انتظامات کرلئے جاتے ہیں اور پوری تیاری کے ساتھ آنے والے مہمان اور محترم شخصیت کا انتظار کیا جاتا ہے۔ ہمارے زمانے کے امام ''قائمؑ'' ہیں، یعنی قیام فرمائیں گے، طاغوتی اور ظالمانہ نظام کے خلاف اللہ تعالیٰ کی سرزمین پر اللہ کے قانون کی حکمرانی فرمائیں گے، زمین کو عدل و قسط سے بھر دیں گے تو لہٰذا جو صحیح معنوں میں منتظرِ امامؑ ہے اس کو اس سلسلے میں اپنی جملہ ذمہ داریوں سے آگاہ ہونا چاہئے اور آمادہ رہنا چاہئے تاکہ اس حدیث کا مصداق بن جائے جو یہ کہتی ہے ''افضل الاعمال انتظار الفرج''۔

دعا برائے امام زمانہ (عج)

امام زمانہؑ کی طول عمر، ان کے قیام اور ان کی ہمراہی کی دعائیں کرتے رہیں۔ دعا ندبہ ان کی یاد میں ہر جمعہ کی صبح پڑھنی چاہئے، تاکہ امامؑ سے مقتدی کا رابطہ برقرار رہے۔

غیبت کبریٰ میں امامؑ کے نائبین کی رجوع

اسحٰق بن یعقوب کہتے ہیں، میں نے امام مہدیؑ کے نائب خاص جناب عثمان بن سعید کو ایک خط امامؑ کی خدمت میں پہنچانے کے لئے دیا اور اس خط میں لکھا: اے امام! آپ کی غیبت کبریٰ کے زمانے میں ہم کس کی طرف رجوع کریں تو امامؑ نے اپنے دست مبارک سے یوں لکھا: ''و اما الحوادث الواقعہ ،فارجعوا فیھا الی رواۃ احادیثنا فانھم حجتی علیکم و انا حجۃ اللہ علیھم... جو امور (حوادث) پیش آئیں ان میں ہماری حدیثوں کو بیان کرنے والوں (فقہاء) کی طرف رجوع کریں، وہ میری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں ان پر اللہ کی حجت ہوں۔'' امام زمانہؑ کی اس حدیث کی تفسیر ایک اور حدیث جو آپؑ کے والد گرامی حضرت امام حسن عسکریؑ سے مروی ہے اور واضح ہوجاتی ہے کہ ہمیں کس قسم کے فقہاء اور نائبین امامؑ کی طرف رجوع کرنا چاہئے: فقہاء میں سے جو اپنے نفس کو گناہ اور انحراف سے بچانے والا ہو، دین کی محافظت کرنے والا، مخالف ہوائے نفس اور اپنے مولا کا مطیع ہو تو ایسے فقیہ کہ عوام تقلید کریں۔ خداوند غیبت کبریٰ میں ہمیں اپنے امامؑ کی حقیقی معرفت کی توفیق دے۔